قرآنِ مجید

(خدا کی آخری، مکمل — اور — غیر محرّف کتاب)

طلوعِ اسلام کی اشاعت بابت جنوری ۱۹۸۲ء میں ایک مقالہ شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے ——— "پھر قرآنِ مجید کی باری آئی"...... اس میں بتایا گیا ہے کہ اسلام کے خلاف جو بھی سازشیں ہوئیں ان میں سب سے زیادہ خطرناک سازش یہ تھی کہ یہ تاثر دیا جائے کہ قرآنِ مجید کی محفوظیت بھی مشکوک ہے۔ ہم نے اس مقالہ کے آخر میں لکھا تھا کہ

> یاد رکھیئے! یہ تمام روایات وضعی اور ایک بڑی گہری سازش کا نتیجہ ہیں۔ ہم کسی دوسری نشست میں واضح کریں گے کہ قرآنِ کریم، بغیر کسی اختلاف کے، خدا کی طرف سے نازل ہوا۔ اسے خود نبی اکرم ؐ نے اسی طرح مرتب کر کے اُمّت کو دیا۔ اور وہی قرآن بغیر ایک حرف کے تغیّر و تبدّل کے مکمّل شکل میں اُمّت کے ہاں متداول چلا آ رہا ہے۔

زیرِ نظر مقالہ، جو پیشتر پرویز صاحب کی کتاب ——— "مذاہبِ عالم کی آسمانی کتابیں" ——— سے مقتبس ہے، اِسی حقیقت کی وضاحت کرتا ہے۔ اس مقالہ میں خود قرآنِ مجید سے ثابت کیا گیا ہے کہ یہ کتاب عہدِ رسالتمآب ؐ میں ہی منضبط اور محفوظ ہو گئی تھی۔ جہاں تک ایک مسلمان کا تعلق ہے اس کے لیئے، قرآن کی شہادت کے بعد کسی اور شہادت کی ضرورت نہیں رہتی۔ باقی رہے غیر مسلم، سو ان ...... کے اطمینان کے لیئے، غیر مسلم محققین اور مؤرّخین کی چند ایک شہادات درج مقالہ ہیں۔ امید ہے اس سے ان شبہات کا ازالہ ہو جائے گا جنہیں مذکورہ بالا سازش نے وضعی روایات کی رُو سے پیدا کرنے کی مذموم کوشش کی تھی۔

———(٠)———

اللہ تعالیٰ نے انسانی ہدایت کے لیئے حضرات انبیاء کرام کو بھیجا۔ یہ نبی دنیا کی ہر قوم میں اور ہر زمانے میں آتے رہے۔ نبی کو جو تعلیم وحی کے ذریعے سے ملتی تھی وہ اس کی کتاب کہلاتی تھی۔ جہاں تک اس تعلیم کے اصولوں کا تعلق تھا، یہ شروع سے اخیر تک ایک ہی چلے آ رہے تھے۔ لیکن ان اصولوں کی روشنی میں جو احکام دیئے جاتے تھے، وہ اس قوم کی حالت کے مطابق ہوتے تھے جس قوم کی طرف وہ نبی آتا تھا۔ وہ نبیؑ اپنی قوم تک خدا کے پیغامات پہنچاتا ان پر عمل کر کے دکھاتا اور پھر اپنے وقت پر دنیا سے چلا جاتا۔ لیکن اس کے بعد، وہ قوم اس کتاب میں رد و بدل شروع

کر دیتی۔ بعض اوقات وہ، کسی خارجی حادثہ کی وجہ سے، ضائع ہی ہو جاتی۔ اس کے بعد ایک اور نبی آجاتا۔ وہ پھر آسمانی تعلیم کو اس قوم تک پہنچاتا۔ اس کی تعلیم اصولی طور پر تو وہی ہوتی جو سابقہ نبی کی تھی۔ لیکن اگر زمانے کے تقاضے کے مطابق سابقہ نبی کی تعلیم کے احکام میں سے کسی میں کسی تبدیلی کی ضرورت ہوتی تو اس کی جگہ تبدیل شدہ حکم دے دیا جاتا۔ یہ اس نئے نبی کی کتاب کہلاتی۔ یہ سلسلہ، دنیا کی ہر قوم، اور ہر زمانے میں جاری رہا۔ لیکن ان کی کتابوں میں سے کوئی کتاب بھی دنیا میں اپنی اصلی شکل میں موجود نہیں۔ یعنی اس شکل میں موجود نہیں جس میں ان کے نبی نے انہیں دیا تھا۔

نزولِ قرآن کے وقت

ان کتابوں کی حالت آج ہی ایسی نہیں ہوئی۔ چھٹی صدی عیسوی میں، ان کی حالت ایسی ہی ہو چکی تھی۔ یعنی اس وقت دنیا کی کسی قوم کے پاس، آسمانی کتاب، اپنی اصلی حالت میں موجود نہیں تھی۔ بالفاظِ دیگر، اس وقت وحی کی تعلیم دنیا میں کہیں بھی اپنی خالص، منزہ شکل میں باقی نہیں رہی تھی۔ اس وقت خدا نے، اسی سلسلہ کے مطابق، جو شروع سے چلا آرہا تھا، ایک نبی بھیجا اور اس کے ذریعے آسمانی تعلیم ایک بار پھر، انسانوں تک پہنچی۔ لیکن اس نبیؐ، اور اس کی کتاب کی کچھ امتیازی خصوصیات تھیں یعنی:-

(۱) سابقہ انبیائے کرامؑ صرف اپنی اپنی قوم کی طرف آتے تھے۔ لیکن اس نبی کو تمام دنیا کے انسانوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (۷/۱۵۸)

کہدے۔ اے نوعِ انسان! میں تم سب کی طرف خدا کا رسول ہوں۔

(۲) جب "نوعِ انسان" کہا گیا تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ اس میں قیامت تک کے آنے والے انسان شامل تھے۔ چنانچہ اس کی وضاحت کر دی کہ اگرچہ اس رسول کی اولین مخاطب وہی قوم ہے جس میں یہ پیدا ہوا ہے لیکن یہ، ان کے علاوہ ان انسانوں کے لئے بھی رسول ہے جو ان کے بعد آنے والے ہیں۔

وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ...... (۶۲/۳)

اور ان کے علاوہ ان کی طرف بھی جو ابھی ان لوگوں سے نہیں ملے۔ (یعنی ان کے بعد آنے والے انسانوں کی طرف بھی)۔

تمام سابقہ کتابوں کی مہیمن

چنانچہ جو کتاب اس رسول کی طرف بھیجی گئی اس میں وہ ساری تعلیم یکجا کر دی گئی جو اصولی طور پر کتبِ سابقہ میں وقتاً فوقتاً دی جاتی رہی تھی لیکن جو اس وقت دنیا میں کہیں موجود نہ تھی۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ ...... (۵/۴۸)

اور ہم نے تیری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی۔ یہ ان تمام دعاوی کو سچ کر کے دکھائے گی جو کتبِ سابقہ میں کئے جاتے رہے ہیں۔ اور ان تمام کتابوں کی تعلیم اس کے اندر آگئی ہے۔

(۴) یہ بھی ضروری تھا کہ جو احکام اس کتاب میں دیئے جاتے وہ صرف اس قوم کی حالت کے مطابق نہ ہوتے جو اس رسولؐ کی اوّلین مخاطب تھی بلکہ پوری نوعِ انسانی کے حالات اور تقاضوں کو پیشِ نظر رکھ کر دیئے جاتے اور اس شکل میں دیئے جاتے کہ ان میں پھر کسی تبدیلی کی ضرورت پیش نہ آتی۔ نیز، اس میں وہ سب تعلیم، جو تمام نوعِ انسان کو دی جانی مقصود تھی، مکمل شکل میں منضبط ہوتی۔ کیونکہ اس کتاب کو ہمیشہ کے لئے بطورِ ضابطۂ حیات رہنا تھا۔ یعنی وہ مکمل بھی ہوتی اور غیر متبدّل بھی۔ یہ کتاب ایسی ہی ہے۔

مکمّل اور غیر متبدّل

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ .... (۶/۱۱۵) تیرے رب کی طرف سے دیئے جانے والے احکام و قوانین، صدق اور عدل کے ساتھ مکمل ہو گئے۔ اب ان میں تبدیلی کرنے والا کوئی نہیں۔

(۵) جو کتاب ہر طرح سے مکمل ہو۔ اس میں کسی ردّ و بدل کی ضرورت نہ ہو، وہ تمام دنیا کے انسانوں کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آسمانی ہدایت ہو۔ اس کا محفوظ رہنا ضروری تھا۔ چنانچہ اس کتاب کی حفاظت کا ذمہ خود خدا نے لے لیا۔

محفوظ

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (۱۵/۹)

ہم نے اس ضابطۂ ہدایت کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

اس قسم کی حفاظت کہ کوئی غیر خداوندی بات اس کے قریب تک نہ پھٹک سکے۔

لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ (۴۱/۴۲)

باطل اس کے آگے یا پیچھے، کہیں سے بھی اس کے پاس نہیں آ سکے گا۔

اس رسول کا نام ہے، محمدؐ۔ اور اس کتاب کا نام قرآن۔ جو چھٹی صدی عیسوی میں خدا کی طرف سے نازل ہوئی اور جسے مسلمانوں کی آسمانی کتاب کہا جاتا ہے، حالانکہ یہ درحقیقت تمام نوعِ انسان کی آسمانی کتاب ہے۔ ظاہر ہے کہ نبی، خدا کی طرف سے آیا ہی اس لئے تھا کہ وہ خدا کی وحی انسانوں تک پہنچائے۔ جب وہ وحی اپنی مکمل غیر متبدّل۔ اور محفوظ شکل میں انسانوں کے پاس موجود ہو تو پھر کسی نبی کے آنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔

ختمِ نبوّت

چنانچہ، اس رسولؐ کے بعد نبوّت کے سلسلہ کو ختم کر دیا گیا اور آپؐ سے خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (۳۳/۴۰) کہہ کر پکارا گیا۔

یہ ہے وہ کتاب (قرآنِ مجید) جو اپنی اصل اور حقیقی شکل میں دنیا میں موجود ہے اور جس میں ایک حرف کا ردّ و بدل نہیں ہوا۔ اس دعوے کی تصدیق خود اس کتاب کی داخلی شہادات اور تاریخ کے بیانات کرتے ہیں۔ پہلے داخلی شہادت کو لیجئے۔

—————— (٠) ——————

کتابت کا رواج

زمانۂ نزولِ قرآن میں عربوں میں کتابت (لکھنے پڑھنے) کا رواج اتنا عام تھا کہ مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلٰٓى أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ (۲/۲۸۲)

"جب تم کسی مدت کے لئے لین دین کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو"۔ اس کے بعد اس آیت میں اس لکھت پڑھت کے لئے تفصیلی ہدایات دی گئی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کا حکم اسی صورت میں دیا جا سکتا ہے جب لکھنے پڑھنے کا رواج عام ہو۔ معاملات کو ضبطِ تحریر میں لانے کی اہمیت یہ کہہ کر واضح کی کہ یہ اَقۡوَمُ لِلشَّهَادَةِ ہوتا ہے۔ (۲/۲۸۲) یعنی اس سے شہادت محکم ہو جاتی ہے۔

یہ واضح ہے کہ جس قوم کو عام لین دین کے معاملات کو ضبطِ تحریر میں لانے کا ایسا تاکیدی حکم دیا گیا تھا اس قوم نے اپنی آسمانی کتاب کو تحریر میں لانے کے لئے کیا کیا اہتمام نہیں کئے ہوں گے جو اس کے لئے ضابطۂ زندگی تھی اور جس کی راہنمائی کی اسے قدم قدم پر ضرورت پڑتی تھی۔ یہ کتاب ایک ہی بار نازل نہیں ہوئی تھی۔ نبی اکرمؐ کی تیئیس سالہ نبوت کی زندگی میں، تدریجاً نازل ہوئی تھی۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ..... (۲۵/۳۲)

کفار اعتراض کرتے ہیں کہ یہ قرآن، اس رسول پر (پورے کا پورا) ایک ہی بار کیوں نہ نازل ہو گیا۔

قابلِ اعتماد کاتب

جوں جوں وحی نازل ہوتی تھی، اسے نہایت احتیاط سے ضبطِ تحریر میں لے آیا جاتا تھا۔ صحابہ رضؓ اسے اپنے اپنے طور پر بھی لکھتے تھے لیکن بابِ نبوت کی طرف سے اس کا خاص اہتمام کیا جاتا تھا اور اس عظیم ذمہ داری کے لئے نہایت قابلِ اعتماد کاتبوں کا انتخاب عمل میں لایا جاتا تھا، جو نہ صرف فنِ کتابت ہی کے ماہر ہوں بلکہ سیرت و کردار کے اعتبار سے بھی رفیع المنزلت ہوں۔

فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍۢ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ كِرَامٍۢ بَرَرَةٍ .. (۸۰/۱۳-۱۶)

(یہ وحی) ایسے صحیفوں میں محفوظ کر دی جاتی ہے جو نہایت واجب العزت ہیں۔ رفیع الشان اور ہر قسم کی غلطیوں اور آمیزیوں سے پاک اور صاف۔ ایسے کاتبوں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی جو معاشرہ میں بڑی ہی عزت و تعظیم کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

حفاظت کی غرض سے اسے عام طور پر ان اوراق پر لکھا جاتا تھا جو (اس زمانے کے رواج کے مطابق) باریک کھال (رق) سے بنائے جاتے تھے۔

كِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۙ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ..... (۵۲/۲-۳)

پھیلے ہوئے رق پر لکھی ہوئی کتاب۔

اس طرح یہ وحی ایک کتاب کے اندر محفوظ ہوتی چلی جاتی تھی۔

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۙ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ...... (۵۶/۷۷-۷۸)

یہ باعزت قرآن ہے۔ ایک محفوظ کتاب کے اندر۔

رسول اللہؐ اَن پڑھ نہیں تھے

یہ جو کہا جاتا ہے کہ نبی اکرمؐ اَن پڑھ تھے۔ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ یہ صحیح نہیں۔ نبوت سے پہلے تو بے شک آپ کی یہی کیفیت تھی۔ لیکن نبوت کے بعد یہ بات نہیں تھی۔

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتَابٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ ... (۲۹/۴۸)

اس (نبوت) سے پہلے نہ تو کتاب پڑھنا جانتا تھا نہ اپنے ہاتھ سے لکھنا۔

مِنْ قَبْلِهٖ - (اس سے پہلے) کی تخصیص اس امر کی شہادت دیتی ہے کہ نبوت کے بعد حضورؐ کی کیفیت ایسی نہیں رہی تھی۔ آپ لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔

اس کتاب کی تلاوت مسلمانوں کے گھروں میں عام ہوتی تھی۔ خود نبی اکرمؐ کے اہل خانہ کے متعلق قرآن میں ہے:۔

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ .... (۳۳/۳۴)

(اے نبی کی بیویو!) جو کچھ تمہارے گھروں میں، احکام خداوندی اور ان کی غرض و غایت (حکمت) کے متعلق (قرآن سے) پڑھا جاتا ہے، اسے ہمیشہ پیش نظر رکھو۔

حفاظ

اس وحی کو نہ صرف کتاب کے ذریعے محفوظ کیا جاتا تھا، بلکہ اسے لفظ بلفظ حفظ بھی کیا جاتا تھا۔

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ..... (۲۹/۴۹)

یہ واضح آیات ہیں ان لوگوں کے سینے میں (محفوظ) جنہیں (وحی کا) علم دیا گیا ہے۔

اس طرح اس کتاب کی دُہری حفاظت کی جاتی تھی۔ — بذریعہ تحریر اور بذریعہ حفظ —— ظاہر ہے کہ جو چیز اس طرح محفوظ کی جائے نہ اس میں کسی غلطی کا امکان ہو سکتا ہے نہ اس کے تلف ہونے کا خطرہ۔ یہ کتاب خود ان لوگوں کی زبان میں تھی اور اس کا انداز بیان نہایت واضح تھا۔ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ .... (۲۶/۱۹۵) اس لئے ان لوگوں کو نہ اس کے لکھنے یا حفظ کرنے میں کوئی دقت پیش آتی تھی نہ اس کے سمجھنے سمجھانے میں کوئی مشکل —— اس کی تلاوت ہر گھر میں ہوتی تھی اور اس کا چرچا ہر جگہ۔ وہ سفر و حضر میں اسے اپنے ساتھ رکھتے تھے کیونکہ یہ زندگی کے ہر گوشے میں ان کے لئے ضابطۂ حیات تھی اور انہیں ہر مقام پر اس سے راہ نمائی لینے کی ضرورت پڑتی تھی۔

اس طرح یہ کتاب ساتھ کے ساتھ محفوظ ہوتی گئی اور جب نبی اکرم اس دنیا سے تشریف لے گئے ہیں تو یہ بعینہٖ اسی شکل اور ترتیب میں جس میں یہ اس وقت ہمارے پاس ہے، لاکھوں مسلمانوں کے پاس موجود، اور ہزاروں سینوں میں محفوظ تھی۔ اس کی مستند کاپی (MASTER COPY) مسجد نبویؐ میں ایک ستون کے قریب، صندوق میں رکھی رہتی تھی۔ یہ وہ نسخہ تھا جس میں نبی اکرمؐ سب سے پہلے وحی لکھوایا کرتے تھے۔ اسے ''اُم'' یا ''اُم'' کہتے تھے اور اس ستون کو جس کے ''بیب'' یہ نسخہ رہتا تھا ''اسطوانۂ مصحف'' کہا جاتا تھا۔ اسی ستون کے پاس بیٹھ کر صحابہ کرامؓ نبی اکرمؐ کی زیر نگرانی، اس مصحف سے اپنے اپنے مصاحف نقل کیا کرتے تھے۔ اس کتاب کی اشاعت اس قدر عام ہو چکی تھی کہ جب نبی اکرمؐ نے اپنے آخری حج (حجۃ الوداع) کے خطبہ میں، لاکھوں نفوس کو مخاطب کر کے پوچھا کہ کیا میں نے تم تک خدا کا پیغام پہنچا دیا ہے، تو چاروں طرف سے یہ آواز گونج اٹھی کہ ہاں! آپؐ نے اسے پہنچا دیا ہے۔ یہی تھی وہ کتاب، جس کے متعلق حضرت عمرؓ نے، نبی اکرمؐ کی حیات طیبہ کے آخری لمحات میں، دیگر صحابہؓ کی موجودگی میں فرمایا تھا کہ —— ''حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ'' ہمارے لئے خدا کی کتاب کافی ہے —— اور جس کے شک و شبہ

سے بالاتر ہونے کے متعلق، خود اس کی اپنی شہادت موجود ہے۔ چنانچہ، قرآن کریم کی تمہید (سورۂ فاتحہ) کے بعد، پہلی سورت (سورۃ البقرہ) کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے کہ

الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ .... (۲/۲)

خدائے علیم و حکیم کا ارشاد ہے کہ یہ وہ کتاب ہے جس میں کسی قسم کی شک والی بات نہیں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

یہ جو عام طور پر کہا جاتا ہے کہ نبی اکرمؐ قرآن کو مرتب شکل میں دے کر نہیں گئے تھے اور اس کو حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں جمع اور مدوّن کیا گیا تھا، یہ صحیح نہیں۔ "کتاب" تو کہتے ہی اُسے ہیں جو مرتب شکل میں موجود ہو۔ علاوہ ازیں خود ہماری کتبِ روایات میں بکثرت شہادات ایسی ملتی ہیں جن سے واضح ہو جاتا ہے کہ نبی اکرمؐ کے زمانہ میں قرآن کریم اسی ترتیب کے ساتھ، مدوّن شکل میں موجود تھا۔ خلافتِ راشدہ کے زمانے میں، اس کی عام نشر و اشاعت ہوئی۔ البتہ ایک ضرورت واضح تھی۔ افرادِ اُمت کے پاس قرآن کے اپنے اپنے نسخے تھے۔ مدینہ میں مستند صحیفہ (MASTER COPY) موجود تھا۔ اس لئے اہلِ مدینہ کو اس باب میں کوئی دقت محسوس نہیں ہوتی تھی کہ وہ اپنے اپنے نسخوں کو اس مستند صحیفے سے ملا کر، اپنے نسخہ کی صحت کے متعلق مطمئن اور متیقن ہو جائیں۔ لیکن باہر والوں کو اس میں دقت پیش آسکتی تھی۔ اس مقصد کے لئے ضروری تھا کہ قرآن کریم کے مستند نسخے، مختلف مراکز میں موجود ہوں۔ یہ نسخے حکومت کی طرف سے مرتب کر کے بھیجے جاتے تھے۔ لوگ ان نسخوں سے مقابلہ کر کے اپنے اپنے نسخوں کی تصحیح کر لیتے تھے۔

قرآن کے لاکھوں نسخے

امام ابن حزم نے لکھا ہے کہ خلیفہ اوّل کے زمانے میں کوئی شہر ایسا نہیں تھا جہاں لوگوں کے پاس بکثرت قرآن کریم کے نسخے نہ ہوں۔ اور حضرت عمرؓ کے زمانے میں، مسلمانوں کے پاس اس کتابِ عظیم کے لکھے ہوئے نسخے ایک لاکھ سے کم نہ تھے۔ (کتاب الفصل، الملل والنحل)۔ حضرت عثمانؓ نے اپنے زمانے میں جو سات (بابعض روایات کے مطابق آٹھ) مستند اور مصدقہ نسخے مرتب کرائے تھے۔ اور ان میں سے ایک مدینہ میں رکھ کر باقی مختلف شہروں میں بھیجے تھے، ان کی تفصیل کتبِ تاریخ میں موجود ہے۔

ضمناً اتنا اور سمجھ لینا چاہیئے کہ حضرت عثمانؓ کو جو "جامع القرآن" کہا جاتا ہے تو یہ بھی صحیح نہیں۔ آپ جامع القرآن نہیں تھے۔ دیگر خلفاء کی طرح، ناشرِ قرآن ہی تھے۔ انہوں نے البتہ اس کا اہتمام ضرور کیا تھا کہ کہیں کوئی ایسا نسخہ نہ رہے جو ان مستند اور مصدقہ نسخوں کے مطابق نہ ہو۔ اور ایسا کرنا نہایت ضروری تھا۔ لوگوں نے جو نسخے اپنے اپنے طور پر مرتب کئے تھے ان میں سہو اور خطا کا امکان ہو سکتا تھا۔ اس زمانے میں چھاپے خانے تو تھے نہیں کہ حکومت، اپنی زیرِ نگرانی، قرآن کریم کے لاکھوں نسخے چھپوا کر تقسیم کر دیتی، اور اس طرح غیر مصدقہ نسخے باقی نہ رہتے۔ اس کے لئے یہی انتظام کیا جا سکتا تھا کہ مصدقہ نسخے مختلف مراکز میں بھیج کر ہدایت کر دی جاتی کہ لوگ ان کے مطابق اپنے لئے نسخے مرتب کر لیں۔ اور اگر کسی کے پاس کوئی ایسا نسخہ ہو جو ان کے مطابق نہ ہو، اسے تلف کر دیا جائے تاکہ کسی ایسے نسخے کی اشاعت نہ ہونے پائے جس میں کوئی غلطی ہو۔

حضرت عثمانؓ کے مصدقہ نسخے

حضرت عثمانؓ نے اپنے مستند نسخوں میں سے جو نسخہ مدینہ میں رکھا تھا (جسے امام کہتے تھے اور جو آپ کی شہادت کے وقت آپ کے سامنے موجود تھا) اس کا سراغ قریب قریب مسلسل اور مربوط اطلاعات کے ذریعے چوتھی صدی ہجری تک ملتا ہے۔ (اس کے بعد تاریخی بیانات میں قدرے اختلاف پایا جاتا ہے) چنانچہ تیسری صدی کے ایک محقق، ابو عبیدہ ابو القاسم بن سلام (متوفی ۲۲۳ھ) نے (کتاب القرآت میں) بیان کیا ہے کہ اس نے اس مصحف کو خود دیکھا تھا۔ مشہور سیاح ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ اس نے اسے (آٹھویں صدی ہجری میں) بصرہ میں دیکھا تھا۔ دسویں صدی ہجری میں، (ابو تیمور کے زمانے میں) ابوبکر الشاشی نے اسے حضرت عبداللہ کے مزار پر رکھ دیا۔ جب روس میں بالشویک حکومت قائم ہوئی تو یہ نسخہ ان کے ہاتھ آگیا۔ اس کے متعلق ۱۹۵۹ء میں روس کے ایک رسالہ (سوویٹ دیس) میں جو اطلاعات شائع ہوئی تھیں ان میں کہا گیا تھا کہ یہ (مصحف عثمانی) تیمور کے کتب خانہ میں تھا جو ۱۳۹۳ء میں سمرقند میں قائم کیا گیا تھا۔ اس کے بعد معلوم نہیں کن حالات کے تحت، یہ نسخہ اس کتب خانے سے نکل کر سمرقند کی مسجد خواجہ احرار میں آگیا اور صدیوں تک اس مسجد میں ایک مرمریں ستون سے، زنجیروں کے ساتھ معلق رہا۔ ۱۸۶۸ء میں روسی شہنشاہیت بخارا پر قابض ہوئی تو روسی گورنر جنرل (دان کاف مان) نے اسے خرید کر، پیٹرس برگ کے شاہی کتب خانہ میں تحفۃً بھیج دیا۔ ۱۹۱۷ء کے انقلاب روس کے بعد، یہ نسخہ، حکومت کے ایک فرمان کے مطابق، روسی پارلیمان کے مسلم نمائندوں کے ایک جلسہ میں اوفا پہنچا۔ پھر اسے تاشقند لایا گیا۔ روسی نشریہ میں اس نسخہ پر حضرت عثمانؓ کے خون کے نشانات کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ روسی مستشرقین نے اس کی قدامت تسلیم کرلی ہے۔

۱۹۶۵ء میں ایک پاکستانی وفد، زیر قیادت (اس زمانے کے صدر مملکت پاکستان) محمد ایوب خان (مرحوم) روس گیا تھا۔ وہاں انہیں اس مصحف کا ایک مکمل عکسی نسخہ بطور تحفہ دیا گیا تھا۔

۱۴ مارچ ۱۹۷۶ء کے روزنامہ ڈان (کراچی) میں (H. A. HAMIED) صاحب کا ایک مقالہ شائع ہوا تھا جس میں انہوں نے اس نمائش کتب کی تفصیل دی تھی جو نیشنل میوزیم (کراچی) میں انٹرنیشنل سیرت کانگریس کی تقریب پر منعقد کی گئی تھی، اس میں مصحف عثمانی کا وہ عکسی نسخہ بھی تھا جسے صدر ایوب خان (مرحوم) روس سے اپنے ساتھ لائے تھے۔ اس ضمن میں صاحب مقالہ نے لکھا تھا:-

> قرآن کریم کا یہ نسخہ، جو قدیم کوفی رسم الخط میں مرقوم ہے، وہ ہے جسے خلیفۂ ثالث (حضرت عثمانؓ) نے مصر بھیجا تھا، اور اس کے بعد وہ بغداد پہنچ گیا تھا۔ [illegible] بعد ازاں اسے، حضرت شیخ ابوبکر محمد بن علی القیقل الشاشانی نے، جن کی اہل بغداد کی نظروں میں بڑی قدر و منزلت تھی، بطور تحفہ تاشقند بھیج دیا تھا۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے وقت یہ نسخہ ان کے زیر تلاوت تھا۔ جب فیلڈ مارشل محمد ایوب خان (مرحوم) روس تشریف لے گئے ہیں تو انہیں یہ نسخہ تحفۃً دیا گیا تھا۔

یعنی اب وہ عکسی نسخہ نیشنل لائبریری، کراچی کی وجہ زینت و افتخار ہے۔

ایک نسخہ مدینہ میں موجود تھا جسے جنگِ عظیم میں ترکی گورنر فخری پاشا، دوسرے متبرکات کے ساتھ قسطنطنیہ لے گئے تھے۔ اور اب کہا جاتا ہے کہ وہاں موجود ہے۔

ایک نسخہ کے متعلق مولانا شبلی نعمانی (مرحوم) نے لکھا تھا کہ انہوں نے اسے جامع دمشق میں (غالباً ۱۸۹۲ء میں) دیکھا تھا۔

ایک نسخہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ فاس میں ہے۔ ایک کتب خانہ خدیویہ (مصر) میں۔ ایک نسخہ جو کوفہ بھیجا گیا تھا، قسطنطنیہ میں ہے۔ ایک نسخہ لندن میں ہے۔

ان نسخوں کی تاریخی تحقیقات کے متعلق مبسوط مقالہ، پرویز صاحب کی کتاب "مذاہبِ عالم کی آسمانی کتابیں" کے آخیر میں ثبت ہے۔ اربابِ ذوق کے لئے اس کا مطالعہ بھی مفید رہے گا۔

ان کے علاوہ، متعدد صحابہؓ کے لکھے ہوئے نسخے، ہندوستان۔ ایران۔ مصر۔ عرب اور ترکی کے کتب خانوں اور عجائب گھروں میں ملتے ہیں۔

لیکن اگر (بفرضِ محال) یہ نسخے اس وقت موجود نہ بھی ہوتے تو بھی قرآنِ کریم کی صحت کے متعلق کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ تھی۔ نبی اکرمؐ کے زمانہ سے لے کر اس وقت تک مسلمانوں کی عام آبادی ہی نہیں، بلکہ ان کی سلطنتیں، مختلف ملکوں میں مسلسل اور متواتر چلی آرہی ہیں۔ قرآن پر ہر مسلمان کا ایمان ہے۔ اس کا کم از کم ایک نسخہ ہر گھر میں موجود رہتا ہے۔ اس کی تعلیم ہر بچے کو دی جاتی ہے۔ اس کے متعلق (تفسیر وغیرہ کے ہر سلسلہ میں) شروع سے آج تک ہزاروں کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اس تمام دوران میں قرآن کریم کے کسی ایک نسخے کا سراغ تک نہیں ملتا جو دوسرے نسخوں سے مختلف ہو۔ علاوہ بریں، رسول اللہؐ کے زمانہ سے لے کر اس وقت تک لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں قرآن کے حافظ، مسلسل اور بہم چلے آرہے ہیں۔ ہر سال کروڑوں مسلمانوں کی موجودگی میں (رمضان المبارک) میں قرآنِ کریم کو دہرایا جاتا ہے اور یہ سلسلہ بھی صحابہؓ کے زمانہ سے متواتر چلا آرہا ہے۔ ان حالات میں کیا اس حقیقت کے تسلیم کرنے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش رہ جاتی ہے کہ قرآنِ کریم اپنی اصلی اور حقیقی شکل میں اُمت کے پاس مسلسل چلا آرہا ہے؟

یہ تو قرآنِ کریم کی داخلی شہادات تھیں۔ جہاں تک خارجی تحقیق کا تعلق ہے مشہور مستشرق (HORTNIG — HIRSCHFELD) اپنی کتاب — (NEW RESEARCHES INTO THE COMPOSITION AND EXEGESES OF THE QURAN) میں لکھتا ہے:-

عہدِ حاضر کے نقاد اس پر متفق ہیں کہ قرآن کے موجودہ نسخے اس اصل نسخے کا ہو بہو عکس ہیں جسے (حضرت) زیدؓ نے لکھا تھا اور قرآن کا متن بعینہٖ وہی ہے جسے محمدؐ نے (لکھوا کر) دیا تھا۔

سر ولیم میور جیسا متعصّب اہلِ قلم، اپنی کتاب — (LIFE OF MOHAMMAD) میں لکھتا ہے:-

یہ یقینی بات ہے کہ قرآن جس شکل میں ہمارے پاس اس وقت موجود ہے یہ بعینہٖ اسی شکل میں (حضرت) محمدؐ کی زندگی میں جمع اور مرتب ہو چکا تھا۔

کچھ سال اُدھر، سر جان ہمرٹن کے زیرِ اہتمام، یونیورسل انسائیکلوپیڈیا، گیارہ جلدوں میں شائع ہوا تھا "قرآن"

کے عنوان سے جو مقالہ درج ہے، اس میں تحریر ہے:۔

یہ کتاب، پیغمبر محمدؐ پر، ان کی زندگی کے آخری تئیس ۲۳ سال میں مکہ اور مدینہ میں نازل ہوتی رہی اور مسلمانوں کے عقیدہ میں کلامِ الٰہی ہے۔ بہ خلاف حدیث کے جو مجموعۂ کلامِ رسولؐ ہے۔ قرآن پیغمبرؐ کی زندگی ہی میں اور انہی کی زیرِ ہدایت و نگرانی ضبطِ تحریر میں آ گیا تھا اور ان کے صحابیوںؓ نے اسے حفظ یاد کر لیا تھا۔ اور یہ معمول آج تک جاری ہے۔ چنانچہ صدہا مسلمان کلامِ پاک کے حافظ ہیں اور ایسے سارے کا سارا دہرا سکتے ہیں بغیر کسی ایک غلطی کے۔

اس کتاب کا دعویٰ ہے کہ اس میں تمام کتبِ آسمانی کے حقائق آ گئے ہیں اور یہ کہ وہ آخری اور ناقابلِ تغیر کتاب ہے۔ نیز یہ کہ نوعِ انسان کے لئے وہ جامع ترین دستورالعمل ہے، اور یہی دینِ ابراہیمؑ و موسیٰؑ و عیسیٰؑ (علیہم السلام) اور سارے قدیم انبیاء کا رہ چکا ہے۔

ان کے علاوہ ایک حالیہ شہادت، ان سب سے زیادہ واضح ہے۔ پیرس کے ڈاکٹر (MAURICE BUCAILLE) نے ایک شہرۂ آفاق کتاب[1] لکھی ہے جس نے بین الاقوامی شہرت حاصل کر لی ہے۔ اس میں اس نے بتایا ہے کہ تخلیق و نظامِ کائنات کے متعلق جو کچھ بائبل میں آیا ہے، عصرِ حاضر کے سائنٹیفک انکشافات ان سب کی تردید کرتے ہیں لیکن جو کچھ قرآن مجید نے کہا ہے، یہ انکشافات اس کی تائید و توثیق کرتے ہیں یہ ایک الگ موضوع ہے جس کے متعلق طلوعِ اسلام میں تفصیل سے لکھا جا چکا ہے۔ اس کتاب میں، ایک مستقل باب ہے "قرآن کے مستند ہونے کا ثبوت۔ ——— یہ کس طرح مرتب ہوا تھا" اس میں اس نے مختلف شہادات سے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ کتاب شروع ہی میں مرتب اور محفوظ ہو گئی تھی اور اب تک غیر محرف چلی آ رہی ہے۔

اپنوں کی نہیں، بلکہ غیروں کی ان شہادات کے بعد، کیا اس حقیقت کے تسلیم کرنے میں کوئی شبہ رہ جاتا ہے کہ قرآنِ کریم بعینہٖ اسی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے جس شکل میں اسے نبی اکرمؐ نے اُمت کو دیا تھا۔

شیعی دنیا کے نامور فاضل، شیخ محمد حسین ——— الکاشف الغطا کی کتاب "اصل الشیعہ و اصولہا" کا اُردو ترجمہ "اصل و اصولِ شیعہ" ——— رضا کار بک ڈپو لاہور نے شائع کیا تھا۔ اس میں وہ لکھتے ہیں:۔

> وہ کتاب جو اس وقت مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے یہ وہی ہدایت نامہ ہے جسے پروردگارِ عالم نے معجزہ بنا کر نازل کیا اور اس کے ذریعے احکامِ دین کی تعلیم دی۔ نہ اس میں کوئی کمی ہوئی نہ زیادتی۔ مسلمانوں میں جو لوگ تحریف کے قائل ہیں وہ خطا پر ہیں۔ کیونکہ اس اعتقاد سے نصِ قرآنی ——— اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ ——— کی تردید ہوتی ہے۔

---

[1] کتاب کا نام ہے:۔ (THE BIBLE, THE QURAN AND SCIENCE)۔